مشرقی ترکستان ماضی کے آئینے میں-۱

تحریر: عیسیٰ یوسف الپ تگین
تلخیص و ترجمہ: پروفیسر سید محمد سلیم

زیر نظر مقالہ مشرقی ترکستان کے مشہور دانش ور عیسیٰ یوسف الپ تگین کی تحریر ھے۔ ان کے اس مقالے کو ترکی کے جناب اسماعیل حقی شن کولر نے ترکی سے عربی میں "قضیة ترکستان الشرقية" کے نام سے ترجمہ کر کے چھپوایا۔ پروفیسر سید محمد سلیم نے مقالے کے اسی عربی ترجمہ کو اردو کا جامہ پھنایا ھے۔ مقالہ کے مصنف عیسیٰ یوسف الپ تگین مشرقی ترکستان میں پیدا ھوئے اور وھیں مروجہ تعلیم حاصل کی۔ حصول تعلیم کے بعد انھوں نے سرکاری ملازمت اختیار کی۔ دوران ملازمت مختلف عھدوں پر ترقی کرتے ھوئے وہ بالآخر مقامی حکومت کے چیف سیکرٹری کے عھدے پر فائز ھوئے۔ عیسیٰ یوسف الپ تگین آزادئ وطن کے شیدائی تھے۔ وہ استعمار اور اشتراکیت دونوں کے خلاف برسرپیکار رھے۔ ۱۹۴۸ء میں چین میں ماوزے تنگ کے زیر قیادت اشتراکی حکومت کے قیام کے بعد عیسیٰ الپ تگین نے ۱۹۴۹ء میں وطن چھوڑ کر کشمیر میں پناہ لے لی۔ ۱۹۵۴ء میں انھوں نے ترکی کی راہ لی اور وھیں مستقلاً رھائش اختیار کر لی۔

عیسیٰ یوسف الپ تگین نے اپنی تمام تر توانائیاں ترکستان کے مسلمانوں کے مسئلہ کو زندہ رکھنے کے لیے وقف کردیں۔ مختلف عالمی تنظیموں کی وساطت سے انھوں نے وسطی ایشا اور خاص کر مشرقی ترکستان کے مسلمانوں کے مسائل کو اقوام عالم کے سامنے پیش کیا۔ اس ضمن میں

انہوں نے متعدد مقالات اور کتابچے لکھے جن میں سے ایک زیر نظر مقالہ ہے۔ مشرقی ترکستان کے مسلمانوں کے حق میں رائے عامہ بیدار کرنے کے لیے انہوں نے ایشیا اور یورپ کے متعدد ممالک کے دورے کیے۔ انہیں ہمیشہ عالم اسلام سے یہ شکوہ رہا کہ ہندوستان نے تو تبت اور دلائی لاما کے مسئلہ کو ساری دنیا تک پہنچایا لیکن کسی بھی مسلمان ملک کو یہ توفیق حاصل نہیں ہوئی کہ وہ مشرقی ترکستان کے مسلمانوں کو درپیش مشکلات دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔

مقالے کے عربی مترجم جناب اسمعیل حقی شن کولر کا تعلق ترکی کے ایک معروف دینی خانوادے سے ہے۔ وہ ۱۹۲۸ء میں ملاطیہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ترکی میں ہی حاصل کی۔ ترکی میں رسمی طور پر دینی تعلیم کے حصول پر پابندی کے پیش نظر انہوں نے قرآن مجید حفظ کرنے اور عربی زبان کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مصر کی معروف دینی درسگاہ جامعہ الازہر کی راہ لی۔ ۱۹۵۳ء میں جامعہ ازہر کے کلیتہ الشریعہ سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک قاہرہ کی عین الشمس یونیورسٹی میں ترکی زبان و ادب کی تدریس کے فرائض انجام دیے۔ چونکہ جامعہ ازہر کی سند کو ترکی میں تسلیم نہیں کیا جاتا تھا، اس لیے انہوں نے جرمنی کا سفر اختیار کیا اور جامعہ میونخ سے اعلیٰ تعلیم کی سند حاصل کر کے واپس ترکی پہنچے۔ ترکی میں انہوں نے اپنے آپ کو دینی خدمات کے لیے وقف کر دیا اور استانبول میں دارالحکمت کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ دینی خدمات کے باعث جلد ہی انہیں ترکی میں عوامی مقبولیت حاصل ہو گئی۔ ملاطیہ کے حلقہ سے انہوں نے قومی پارلیمان کے انتخاب میں حصہ لیا اور رائے دہندگان کی زبردست اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ اسمعیل حقی نے جلد ہی عملی سیاست سے دست کش ہو کر از سر نو اپنے آپ کو بالکلیہ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دیا۔

اگرچہ جناب عیسیٰ یوسف الپ تگین کا یہ مقالہ (شاید) ۵۰ کی دہائی

کی تحریر ھے تاھم اس میں موجود قیمتی معلومات کے پیش نظر قدامت اس کی افادیت کو محدود سہی ختم نہیں کر سکی ھے۔ پروفیسر سید محمد سلیم نے "وسطی ایشیا کے مسلمان" کو مقالے کے اردو ترجمے کا قلمی نسخہ اشاعت کے لیے ارسال کیا ھے۔ معلوم نہیں ہو سکا ھے کہ ان کا یہ اردو ترجمہ اس سے قبل شائع ھوا ھے یا نہیں۔ ادارہ پروفیسر صاحب کے ترجمے کو (ناگزیر تصرف و تدوین کا حق استعمال کرتے ھوئے) قارئین کی خدمت میں پیش کر رھا ھے۔ (مدیر)]

ا۔ مشرقی ترکستان: عمومی معلومات

وسط ایشیا میں واقع ترک اقوام کا ملک قدیم زمانہ سے ترکستان کہلاتا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ مغربی ترکستان، جو اٹھارویں اور انیسویں صدی میں روسیوں کے تسلط میں چلا گیا [اور جو آج کے نو آزاد وسطی ایشیائی ریاستوں قازقستان، ازبکستان، کرغیزستان اور تاجکستان پر مشتمل ہے]، اور مشرقی ترکستان جو تاحال چین کی عمل داری میں ہے۔ ترک مشرقی حصے کو "دوغو ترکستان" یعنی مشرقی ترکستان کہتے ہیں۔ اس حصے پر قبضہ کر لینے کے بعد چینیوں نے اس کا نام بدل کر سن کیانگ [اب سنجیانگ] رکھ دیا ہے جس کے معنی نو آبادی کے ہیں۔ لیکن ترک بدستور اپنے ملک کو مشرقی ترکستان ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کو مغربی اقوام سے اور خاص طور پر مسلمان ملکوں سے شکوہ ہے کہ انہوں نے اس قدیم ملک کا نیا چینی نام سنکیانگ کیوں قبول کر لیا ہے۔

ترکستان کا رقبہ

ترکستان ایک وسیع و عریض خطے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ مشرق میں التائی اور التون کوہستانی سلسلہ سے لے کر مغرب میں بحیرہ خذر (کیسپین) تک، شمال میں سائبریا اور یورال سے لے کر جنوب میں کوہستان قرہ قورم (پاکستان) تک کے علاقوں پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ۵۰ لاکھ

مربع کلومیٹر ہے۔ مشرقی ترکستان ۲۰ لاکھ مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ رقبہ میں یہ پاکستان سے تین گنا اور ترکی سے ساڑھے تین گنا بڑا ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے مشرقی ترکستان مجموعہ اضداد ہے۔ یہاں بلند و بالا پہاڑی سلسلوں کے ساتھ ساتھ لق و دق صحرا، عظیم الشان نخلستان اور وسیع و عریض جنگلات پائے جاتے ہیں۔

مشرقی ترکستان کے سلسلہ ہائے کوہ

مشرقی ترکستان میں تین پہاڑی سلسلے ہیں۔

(۱) سلسلہ کوہ آق تاغ، قارلق، التون اور بوقالیق یہ سلسلہ مشرقی ترکستان، چین اور منگولیا میں پھیلا ہوا ہے۔

(۲) سلسلہ کوہ قوان لون، قرہ قورم، داغدون باش یہ سلسلہ مشرقی ترکستان، تبت، کشمیر اور پاکستان میں پھیلا ہوا ہے۔

(۳) سلسلہ کوہ تنغری، جنگار، الاتاغ (الاتاؤ)، تار ابغتائی یہ سلسلہ سائبریا، مغربی ترکستان اور مشرقی ترکستان میں پھیلا ہوا ہے۔ ان تمام پہاڑی سلسلوں کا سر چشمہ سطح مرتفع پامیر ہے۔ پامیر سے نکل کر یہ چاروں اطراف میں پھیل گئے ہیں۔ چنانچہ پامیر کو عقدۃ الجبال (knot of the mountains) بھی کہتے ہیں۔

دریا

۱- دریائے تاریم: یہ دریا کوہ تنغری اور قوان لون کے درمیان بہتا ہے۔ اس کا منبع کوہ قرہ قورم (پاکستان) کے مغربی ڈھلانوں میں واقع ہے اور یہ مشرقی ترکستان اور کشمیر کے مابین سرحد (حد حاصل) کا کام دیتا ہے۔ دریائے تاریم ایک ہزار چھ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے جھیل لوپ میں جا کر گرتا ہے۔ اس میں چھ معاون دریا آ کر ملتے ہیں۔ مغرب سے دریائے کاشغر، جنوب

مغرب سے دریائے یارقند، جنوب سے دریائے خوتن (ختن) اور شمال مغرب سے دریائے آقصو۔ ان دریاؤں کی وجہ سے صحراء میں بڑے وسیع وعریض نخلستان اور سبزہ زار بن گئے ہیں۔ مشرقی ترکستان کے عام بڑے بڑے شہران دریاؤں کے کنارے آباد ہیں۔

۲- دریائے اولونکور: یہ دریا وادی جنگار [جنگھاریہ یا جنگاریا] میں بہتا ہے۔ اس کا معاون دریا قرہ ایرتیش ہے۔ ایلی اور مناس بھی اس کے معاون دریا ہیں۔ ساری وادی جنگاریا ان دریاؤں سے سیراب ہوتی ہے۔

۳- دریائے قوبدو: یہ ایک چھوٹا سا دریا ہے جو جنگاریا اور منگولیا کی سرحد پر بہتا ہے۔

جھیلیں

مشرقی ترکستان میں تین جھیلیں ہیں۔

۱- بغراش: یہ کوہ تنغری کے جنوب میں واقع ہے۔

۲- معرب: یہ اس کے بھی جنوب میں واقع ہے۔

۳- زلی: وادی جنگاریا کی یہ سب سے بڑی جھیل ہے۔ بارشیں یہاں بہت کم ہوتی ہیں۔ ان جھیلوں اور دریاؤں میں ذخیرہ آب برف باری سے حاصل ہوتا ہے۔

وادیاں

وادی تاریم: یہ وادی کوہ تنغری اور کوہ قوان لون کے درمیان واقع ہے۔ اس وادی کا رقبہ ۹ لاکھ مربع کلومیٹر ہے۔ وادی کا طول ایک ہزار کلومیٹر ہے۔ اس وادی کی شکل بیضاوی ہے۔ وادی کے پہاڑوں کی بلند ترین چوٹی کاشغر کے پاس ۱۳۰۰ میٹر بلند ہے۔ وادی تاریم صحرائے گوبی سے بھی زیادہ خشک ہے۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ دریائے تاریم کے کنارے آب پاشی ہوتی ہے۔ یہاں کاشت خوب کی جاتی ہے۔ زمین بڑی زرخیز ہے۔ گندم، باجرہ، چاول اور کپاس یہاں

کی مشہور فصلیں ہیں۔انگور یہاں کثرت سے ہوتا ہے۔وادی کا سب سے بڑا شہر تورفان ہے جو سطح سمندر سے ۲۸۰ کلومیٹر بلند ہے۔

وادی جنگاریا: یہ وادی کوہ تنغری اور کوہ التائی کے درمیان واقع ہے۔ یہ مشرقی ترکستان کا شمالی حصہ ہے۔ وادی کی زمین یکساں نہیں ہے۔ وادی کا وسط ایک صحرا ہے۔ ماقبی حصہ چراگاہ ہے جس میں خانہ بدوش قبائل آباد ہیں۔البتہ وادی کا جنوبی حصہ شاداب ہے۔ یہاں کا سب سے بڑا شہر اور مچی ہے جو مشرقی ترکستان کا دارالحکومت ہے۔ مشرق سے مغرب کو جانے والے راستے اس وادی سے گزرتے ہیں۔ یہاں سے ریلوے لائن بھی گزرتی ہے۔

صحرا

تکلا مکان: وادی تاریم میں ایک صحرا واقع ہے جس کو تکلا مکان کہتے ہیں۔اس کا رقبہ پانچ لاکھ مربع کلومیٹر ہے۔ چنانچہ وادی تاریم میں قابل کاشت رقبہ صرف ۴لاکھ مربع کلومیٹر باقی رہ جاتا ہے۔

نخلستان

وادی (تاریم) میں چار نخلستان ہیں۔کاشغر، یارقند، خوتن، اقصو۔ان نخلستانوں میں سبزیاں اور پھل خوب پیدا ہوتے ہیں۔ پھلوں میں تربوز، سیب، انگور، خوخ (کمرخ) مشمش (کشمش) آڑو، شفتالو وغیرہ خوب ہوتے ہیں۔ یہاں کپاس کی پیداوار اتنی کثیر ہے کہ امریکہ کے بعد مغربی ترکستان اور مشرقی ترکستان کا نمبر آتا ہے۔

حیوانات کی پیدائش بھی یہاں کثرت سے ہوتی ہے۔ بھیڑ، بکری، گھوڑے، گدھے اور اونٹ یہاں بکثرت پائے جاتے ہیں۔یہاں کے اونٹ کی کمر پر دو کوہان ہوتے ہیں۔

موسم

مشرقی ترکستان میں عموماً دن گرم ہوتا ہے اور رات سرد ہوتی ہے۔ گرمیوں میں یہاں شدید گرمی اور سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے۔ سردی کے موسم میں خوب برف باری ہوتی ہے اور دریا اور جھیل سب برف سے ڈھک جاتے ہیں۔

ہمسایہ ممالک

مشرقی ترکستان کے ہمسایہ ممالک یہ ہیں۔ مشرق اور جنوب مشرق میں چین اور منگولیا۔ شمال میں سائبریا۔ مغرب میں روسی ترکستان [آج کی نو آزاد وسط ایشیائی ریاستیں] اور افغانستان۔ مغرب اور جنوب مغرب میں تبت اور کشمیر یعنی ہندوستان اور پاکستان واقع ہیں۔

معدنیات

مشرقی ترکستان کے پہاڑ مختلف اقسام کی معدنیات سے مالا مال ہیں۔ مثلاً کوئلہ، پٹرول، لوہا، تانبا، سیسہ وغیرہ۔ سونا بھی کافی مقدار میں ملتا ہے۔ دیگر دھاتیں (مثلاً یورینیم) بھی یہاں پائی جاتی ہیں۔ ۴۳-۱۹۳۴ء کے عرصہ میں روسی حکومت نے مساحت ارضی کے ذریعے یہاں کی معدنیات کا سراغ لگایا تھا۔ اور پھر ان سے فائدہ بھی اٹھایا۔ ۱۹۴۹ء کے بعد سے چین ان معدنیات سے استفادہ کر رہا ہے۔ دراصل معدنیات کی موجودگی ہی وہ اصل وجہ ہے جس کی وجہ سے دونوں ممالک (چین اور سابق سوویت یونین) اس خطہ پر قبضہ کرنے کے خواہش مند رہے ہیں، جس کے نتیجے میں مقامی آبادی غلامی کے مصائب برداشت کرتی رہی ہے۔

مواصلات

قدیم زمانہ سے چینی تجارتی قافلے ایشیا اور یورپ جانے کے لیے مشرقی ترکستان کے اندر

سے ہو کر گزرتے تھے۔ مشرقی ترکستان کی وادیاں قدیم تجارتی شاہراہوں کی گزرگاہیں رہی ہیں، جو ترکستان کو سائبریا سے، اور تبت، کشمیر اور افغانستان سے ملاتی تھیں۔ ان میں سے بعض شاہراہوں کو اب پختہ بنا لیا گیا ہے۔ ایک شاہراہ یارقند سے لداخ کو ملاتی ہے، دوسری شاہراہ کاشغر سے تورفان ہوتی ہوئی پاکستان تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کو شاہراہ ریشم کہتے ہیں۔ ماضی قریب میں اس کو پختہ بنا لیا گیا ہے۔

مشرقی ترکستان کی واحد ریلوے لائن دارالحکومت اورمچی کو چین سے ملاتی ہے۔ ایک ہوائی سروس بھی ہے جو اورمچی سے پیکن [اب بیجنگ]، اور اورمچی سے الما آتا (قازقستان) تک جاتی ہے۔

مردم شماری

چینی حکومت کی مردم شماری کے نتائج سے نہ مذہب سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں اور نہ ہی ترک اقوام کی آبادی کی تعداد سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ حکومت کے لیے ترکوں کی آبادی کا مسئلہ سیاسی ہے اس لیے ان کی تعداد کو کم کر کے ظاہر کیا جاتا ہے۔ حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق ترکوں کی آبادی ۵ لاکھ ہے۔ مگر بیش تر محققین نے اس تعداد کو صحیح تسلیم نہیں کیا ہے۔ مشہور ترکی محقق ترکی طوغان ولیدی نے مشرقی ترکستان میں ترکوں کی تعداد ایک کروڑ یا سوا کروڑ بتائی ہے۔ مختلف شہروں کی آبادی اس طرح ہے: یارقند ۲۰ ہزار، کاشغر ۳۵ ہزار، خوتن ۲۵ ہزار، اقصو ۲۵ ہزار اور دارالسلطنت اورمچی کی آبادی ایک لاکھ ہے۔ [اب ان شہروں کی آبادی کہیں زیادہ ہے]

قبائل کی آبادی اس نہج پر ہے۔ ویغور: ۷۰ لاکھ، قازاق: ۹ لاکھ، کرغیز: ۶۵ ہزار، اوزبک: ۱۰ ہزار اور تاتار: ۷ ہزار۔ بقیہ کچھ اقلیتیں ہیں اور چینی آبادی ہے۔ تاجک واخان میں واقع پامیر کے قدیم باشندے ہیں اور یہ اسماعیلی شیعہ ہیں۔ بیش تر قبائل کا شغل مویشی پالنا ہے۔

زبان

اس علاقے کی زبان ترکی ہے۔ ترکی زبان کے اگرچہ مختلف لہجے ہیں مگر افہام وتفہیم میں ان کی وجہ سے کوئی خاص دقت محسوس نہیں ہوتی۔ آج بھی اگر کوئی ترک یوگوسلادیہ سے روانہ ہوکر اورمچی آئے تو راستے میں ہر جگہ وہ آسانی سے گفتگو کر سکتا ہے۔ مشرقی ترکستان کی معیاری زبان کاشغری ہے۔ مغربی ترکستان میں اناطولیہ کی زبان معیاری سمجھی جاتی ہے۔ سب سے پہلے کاشغری ترکی میں کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ محمود کاشغری ترکی زبان کا سب سے پہلا مصنف ہے۔ چینی غلبہ سے قبل مشرقی ترکستان میں تعلیم کا خاصا رواج تھا۔ ملک میں کافی تعداد میں مدارس موجود تھے۔ اسلام سے قبل ترکی زبان ویغور رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ لیکن اسلام کے بعد اس کے لیے عربی رسم الخط اختیار کیا گیا۔

ظہور اسلام

خلیفہ عبدالملک اموی کے زمانہ میں مشہور سپہ سالار قتیبہ بن مسلم باہلی ۸۶ھ/ ۷۰۵ء میں مشرقی ترکستان میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ہی دین اسلام بھی مشرقی ترکستان میں داخل ہوا۔ اس کے بعد ترکوں نے مذہب اسلام کو بتدریج قبول کرنا شروع کر دیا۔ اجتماعی طور پر ترک قوم اسلام میں اس وقت داخل ہوئی جب قراخانی خاندان کا حکمران ستوق بغرا خان برضا ورغبت ۳۴۳ھ/۹۴۳ء میں مسلمان ہو گیا۔ سارے ترک سنی حنفی مسلمان ہیں۔ البتہ ان میں* تاجک شیعہ اسماعیلی ہیں۔ یہ کوہ وہان (واخان) میں واقع پامیر کے رہنے والے قدیم باشندوں کی نسل سے ہیں۔

---

*''ان میں'' کے الفاظ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ شاید تاجک بھی ترک ہیں۔ شاید مصنف سے سہواً یہ وضاحت کرنا رہ گیا ہے کہ تاجک ترکستان میں آباد ایرانی النسل باشندوں کو کہا جاتا ہے (مدیر)۔

تعلیم

قدیم طرز کے مکتب اور مدارس سارے مشرقی ترکستان میں [زمانہ قدیم سے] نئی نسلوں کو دین اسلام اور علوم وفنون سے آشنا کراتے رہے ہیں۔ عالم اسلام کے دوسرے حصوں میں جس طرح مدارس قائم تھے اسی طرح مشرقی ترکستان میں بھی مدارس تھے۔ اور نصاب تعلیم بھی یکساں تھا۔ یہ مدارس قراخانی بادشاہوں کے دور سے چلے آرہے تھے۔ کثیر تعداد میں اوقاف ان کے لیے مختص ہوتی تھیں۔ البتہ عمومی تربیت کے دو اور ادارے مشرقی ترکستان میں رائج تھے۔ وہ ہیں مشرب اور مداح۔

مشرب

سردی کی طویل راتوں میں ۳۰ نوجوانوں کی ایک محفل جمتی تھی، جس میں شعروشاعری کی محفل آراستہ کی جاتی تھی۔ عربی، فارسی، اور ترکی شاعروں مثلاً جامی، فردوسی وغیرہ کے اشعار پڑھے جاتے تھے۔ اشعار پر بحثیں ہوتی تھیں۔ ان پر محاکمہ ہوتا تھا۔ ان محفلوں میں شرکت کرنے سے لوگوں کے ذوق علم اور اخلاق کی تربیت ہوتی تھی۔

مداح

یہ ایک قسم کی عوامی مجلس ہوتی تھی جس میں ماضی کے تاریخی واقعات اور قصے کہانیاں سنائی جاتی تھیں۔ اس طرح قومی شعور اور قومی افتخار کے جذبات کو بیدار کیا جاتا تھا۔ چینی قبضہ (۱۹۳۴ء-۱۸۸۶ء) کے دوران چینیوں نے جدید طرز کے مدارس ترکستان میں قائم کیے۔ جن میں ساری تعلیم چینی زبان میں ہوتی تھی۔ درحقیقت یہ مدارس ترکوں کو چینی تہذیب وثقافت میں رنگنے کا ذریعہ تھے۔ اس لیے مسلمان ترک عموماً ان مدارس سے بیزار تھے اور ان میں داخل ہونا پسند نہیں کرتے

تھے۔

تعلیم کے سلسلہ میں خلافت عثمانیہ بھی مشرقی ترکستان کے مسلمانوں کی امداد کرتی رہی ہے۔ ۱۸-۱۹۱۳ء میں قونیلی اسمعیل حقی آفندی اور احمد کمال ایغلول نے ترکستان میں نجی طور پر مدارس کھولنے میں مالی اعانت کی تھی۔ پھر ۱۹۳۴ء میں قومی حکومت قائم ہو جانے کے بعد رسمی طور پر مدارس کھولے گئے۔ روسی حکومت نے بھی یہاں مدارس کھولے تھے جن کا مقصد عوام میں اشتراکی نظریات پھیلانا تھا، اور روسی نظام کے لیے فضا ہموار کرنا تھا۔ ۱۹۴۹ء میں جب یہاں چینی حکومت قائم ہوگئی تو اس نے تعلیم سے متعلق اعداد و شمار شائع کیے۔ ان اعداد و شمار کے مطابق:

- ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ مدارس کی تعداد ۱۰۰ ۴ تھی۔
- ان تمام مدارس میں طلبہ کی تعداد ۲۱۰۰ تھی۔
- یہاں جامعات کی تعداد ۹ تھی۔

اب ان مدارس میں ترکی تاریخ، ترکی زبان اور ترکی تہذیب و تمدن کی تعلیم ممنوع ہے۔ اس کے برعکس ان مدارس میں چینی زبان اور چینی تہذیب کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ ان مدارس میں ترکی زبان کا عربی رسم الخط ختم کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ لاطینی رسم الخط اختیار کیا گیا ہے۔

صحافت

موجودہ چینی حکومت نشر و اشاعت اور صحافت کی طرف بہت توجہ دیتی ہے۔ سن کیا نگ نامی رسالہ چینی میں، ویغور میں، اور مغولی میں نکلتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے رسالے مشرقی ترکستان اور پیکن [بیجنگ] سے نکلتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ روس ایک رسالہ حقیقت الشرق کے نام سے ترکی زبان میں اور عربی

رسم الخط میں نکالتا ہے۔ یہ رسالہ خفیہ طور پر مشرقی ترکستان میں پھیلایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مشرقی ترکستان کے لوگوں کو روس کا ہم خیال بنایا جائے*۔

حکومت چین نے ''ویغورسن کیانگ'' کی خودمختار ریاست سن ۱۹۰۰ء میں تشکیل دی جس میں مندرجہ ذیل تنظیمی حلقے قائم کیے گئے

(۱) ولایت اورمچی	اس سے متعلق ۱۴ اضلاع ہیں۔
(۲) ولایت صانجی	اس سے متعلق ۲۷ اضلاع ہیں۔
(۳) ولایت ایلی قازاق	اس سے متعلق ۹ اضلاع ہیں
(۴) ولایت بوری تالامغولیہ	اس سے متعلق ۳ اضلاع ہیں۔
(۵) ولایت تارابغتائی	اس سے متعلق ۷ اضلاع ہیں
(۶) ولایت التائی	اس سے متعلق ۷ اضلاع ہیں
(۷) ولایت کرغیز قزیل صو	اس سے متعلق ۴ اضلاع ہیں
(۸) ولایت آقصو	اس سے متعلق ۹ اضلاع ہیں
(۹) ولایت خوتن	اس سے متعلق ۱۴ اضلاع ہیں
(۱۰) ولایت قمول	اس سے متعلق ۳ اضلاع ہیں
(۱۱) ولایت کاشغر	اس سے متعلق ۶ اضلاع ہیں

حکومت چین نے اس پورے صوبے پر سیف الدین عزیزی کو والی بنا کر مقرر کر دیا ہے۔ اس شخص نے گوروس میں تعلیم حاصل کی ہے، مگر اب پیکن کا آلہ کار بن گیا ہے۔ ویسے تو یہ صوبے کا حاکم اعلیٰ ہے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے اختیار میں یہ بھی نہیں ہے کہ بغیر اجازت سرکاری گاڑی استعمال کرے یا سفر کرے۔

* مصنف ۵۰ء کی دہائی اور اس سے قبل کے دور کی بات کر رہے ہیں (مدیر)۔

۲۔تاریخی معلومات

قدیم تاریخ

ترکستان اور ترکوں کی قدیم تاریخ تاہنوز محتاج تحقیق ہے۔اس علاقہ میں آثارقدیمہ کی تلاش پر بھی بہت کم توجہ دی گئی ہے۔دونوں استعماری حکومتیں-سابق سوویت یونین اور چین-اس قسم کی کوششوں کی حوصلہ شکنی کرتی رہی ہیں۔تاہم ایک امریکی ماہر اثریات بوم بیلی نے ریاست ترکمانستان میں عشق آباد کے قریب کھدائی کی ہے جس میں تین اور چار ہزار قبل مسیح کے آثار دریافت ہوئے ہیں۔

زردشت کی کتاب میں ''التائی'' ترکوں کا تذکرہ ''توران'' کے نام سے کیا گیا ہے۔سنسکرت کی کتابوں میں ترکوں کا تذکرہ ''تورشکا'' کے نام سے آیا ہے۔

ہن دور حکومت (۴۲۵-۲۱۶ق-م)

تاریخ میں متعین طور پر جس ترکی قبیلہ کے غلبہ اور حکمرانی کا ذکر ملتا ہے وہ ہن قبیلہ ہے۔چینی ان کو ہن یونغ فو کہتے ہیں۔مغربی مصنفین ان کو ہن کہتے ہیں۔اصل ترکی زبان میں ان کو قون کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں مرد۔ہن قبیلہ کا غلبہ چین سے لے کر بحر اسود تک ہو گیا تھا۔اس خاندان کا مشہور بادشاہ ''متہ خان'' تھا۔جس کو بہاطور (اردو: بہادر) کہتے تھے۔ان ہنوں کے حملوں سے بچنے کے لیے چینیوں نے مشہور دیوار چین تعمیر کی تھی۔بعد میں ہُن کمزور پڑ گئے اور وہ طوائف الملوکی کا شکار ہو گئے۔چنانچہ ان کے زیر اقتدار علاقے کے ایک حصہ پر چینیوں نے غلبہ حاصل کر لیا۔

حکومت کول تورک

آوار کو شکست دے کر کول تورک (کوک تورک) قبیلہ نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ تورک کا نام اسی قبیلہ کے دور اقتدار میں ملتا ہے۔ کول ترک قبیلے کی حکمرانی کا آغاز ۵۴۵ء میں بوئین قاغان سے ہوا۔ یہ حکومت بتدریج چین سے لے کر بحر اسود تک وسیع ہو گئی۔ ۸۹ سال تک کول ترک قبیلے کا اقتدار عروج پر رہا پھر بتدریج اس میں کمزوری کے آثار پیدا ہونے لگے۔ چینیوں کے حملوں نے اس کے اقتدار کو مزید کمزور کر دیا۔ ۶۶۰ء میں اہل تبت نے کاشغر، خوتن اور یارقند پر قبضہ کر لیا۔ مگر تورکش ترک ایک بار پھر ترکستان میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس عرصہ میں ان کے خلاف چینیوں کے حملے مسلسل جاری رہے، یہاں تک کہ ۷۵۱ء (۱۳۴ھ) میں عرب افواج ترکستان میں داخل ہو گئیں اور اس طرح ترکوں کو چینیوں سے نجات ملی۔

ویغور

چھٹی صدی کے وسط میں ترکوں کا ویغور قبیلہ شمالی جانب سے آگے بڑھا۔ اس نے کول ترکوں کو شکست دی۔ ویغور قبیلے نے ایک بڑی سلطنت قائم کی۔ اس میں ترکستان، منگولیا اور چین کا صوبہ کانسو بھی شامل تھے۔ کامل ایک صدی تک ویغور حکمرانی کے منصب پر فائز رہے۔ پھر شمال سے ایک دوسرا ترک قبیلہ کرغیز نمودار ہوا جس کے حملوں کے سامنے ویغور نہ ٹھہر سکے اور جنوب کی سمت فرار ہو گئے۔ کرغیز نے ۸۴۰ء میں ویغور حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ ۸۴۳ء میں ویغور کے دارالحکومت قراخوجہ کو تباہ و برباد کر ڈالا گیا۔

قراخانی حکومت ۱۲۱۲ء-۸۴۰ء/ ۶۰۹ھ-۳۴۵ھ

تاریخ میں اس حکومت کو قراخانی حکومت کہتے ہیں۔ مسلمان سیاح مسعودی وغیرہ قراخانی حکمرانوں کو خاقان لکھتے ہیں۔ بوقا خان حاکم کاشغر وہ پہلا قراخانی حکمران تھا جس نے چھوٹی چھوٹی ہمسایہ ریاستوں کو ۸۸۰ء میں فتح کر ڈالا۔ ۹۳۴ء تک تمام ترک قبائل پر قراخانیوں کو بالادستی حاصل ہوگئی، اور تمام مشرقی قبائل بوقا خان کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ اس طرح قراخانیوں کی حکمرانی مشرقی اور مغربی ترکستان تک پھیل گئی۔ ستوق ہارون بغرا خاں نے مغرب میں پیش قدمی کر کے سامانی حکومت کا خاتمہ کر دیا، اور پھر مغربی ترکستان پر ۳۸۴ھ/ ۹۹۴ء میں قبضہ کر لیا اس طرح ترکی خاقانوں کی عظیم سلطنت کا آغاز ہوا۔

۱۰۴۸ء میں اس سلطنت کے دو حصے ہوگئے۔ ایک کا دارالحکومت کاشغر تھا جو قدیم زمانہ سے دارالحکومت چلا آ رہا تھا۔ اور دوسرے حصہ کا دارالحکومت سمرقند بنا۔ تاہم ان کے درمیان خانہ جنگی کی نوبت نہیں آئی، اس لیے کہ سمرقند کی حکومت نے کاشغر کی حکومت کی بالادستی کو تسلیم کر لیا تھا۔

یہ حکومت تاتاریوں کی یورش کے زمانے تک قائم رہی (۱۳۱۴ء)۔ اس حکومت کے تحت ترکستان کو امن و سلامتی کا ایک طویل دور میسر آیا۔ چنانچہ اس دور میں علم و فضل، دین و اخلاق، تہذیب و تمدن میں بڑی ترقی ہوئی۔ درحقیقت یہ دور ترکستان کے لیے اور ترکوں کے لیے تشکیلی دور تھا، جس نے ترکی ذہنیت پر انمٹ نقوش ثبت کیے۔

دولت قراخانیہ کے مشہور خاقان ستوق (صدیق) بغرا خاں نے ۳۴۴ھ/ ۹۴۳ء میں برضا و رغبت دین اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد سے ترکستان میں بت پرستی، بدھ مت، شامانیت اور مانی مذہب بتدریج ختم ہوگئے، اور دین اسلام ترک قوم کا واحد مذہب بن گیا۔

دولت قراخانیہ کے ثقافتی کارنامے بھی بہت زیادہ ہیں۔ اس دور میں ترک قبائل کے اندر ترک قومیت اور ترک وحدت کا تصور پیدا ہوا اور ان میں علوم و فنون کو فروغ حاصل ہوا[۲]۔ ترکی

زبان میں پہلی کتاب دیوان لغات الترک محمود کاشغری نے اسی دور میں لکھی۔ اس کے بعد تفسیر، حدیث، فقہ کے موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ کاشغری زبان ترکستان کی معیاری زبان سمجھی جانے لگی۔ دولت قراخانیہ کے زیر سایہ ترک قوم نے امن و عافیت اور رفاہیت کے ایام گزارے۔

قراخطائی حکومت (۱۲۱۱ء-۱۱۲۴ء)/ (۶۰۸ھ-۵۱۸ھ)

قراخطائی ایک ترک قبیلہ تھا جو مشرقی منگولیا میں آباد تھا۔ اس قبیلہ نے شمالی چین میں ۹۱۵ء میں ایک آزاد حکومت قائم کر لی تھی۔ ایک صدی بعد ان کے اندر اختلافات پیدا ہو گئے اور نوبت خانہ جنگی تک پہنچی۔ مغلوب قبائل نے ترک مکانی اختیار کی اور وہ جنگاریا اور بلاساغون میں حکمران بن گئے۔ طاقت حاصل کر کے ۱۰۳۳ء میں انہوں نے نہ صرف قراخانیوں پر غلبہ حاصل کر لیا، بلکہ کچھ عرصہ بعد وہ خاقان سمرقند پر بھی غالب آ گئے۔ مگر ان کا یہ غلبہ صرف سیاسی تھا، تہذیبی طور پر چونکہ قراخانیوں کو قراخطائیوں پر برتری حاصل تھی اس لیے مناصب حکومت بدستور ان کے قبضہ میں رہے۔

تہذیب و تمدن کے اعتبار سے قراخطائی قبائل پس ماندہ تھے۔ وہ چینی تہذیب سے متاثر تھے۔ انہوں نے مانی مذہب اختیار کر رکھا تھا۔ کاشغر میں انہوں نے برتر تہذیب کو دیکھا اور اس کو قبول کر لیا۔ اس لیے ان کے دور حکومت میں بھی قراخانی تہذیب بدستور فروغ پاتی رہی۔

چغتائی (منگول) حکومت (۱۷۰۰ء-۱۳۱۸ء)

چنگیز خان آندھی طوفان کی طرح منگولیا سے نکلا اور بہت جلد سارے وسطی ایشیا پر چھا گیا۔ ۱۲۰۳ء میں اس نے خاقان کا لقب اختیار کیا۔ ۱۲۱۱ء میں چین پر قبضہ کیا۔ ۱۲۱۸ء میں مشرقی

ترکستان کو فتح کیا اور آگے بڑھ کر مغربی ترکستان پر قبضہ کر کے خوارزم شاہی سلطنت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اپنی موت سے قبل چنگیز خان نے اپنی وسیع و عریض سلطنت کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مشرقی ترکستان کی حکومت اس کے دوسرے بیٹے چغتائی خان کے حصے میں آئی تھی۔ جنگاریا کا حصہ تیسرے بیٹے اوقتائی خان کو ملا تھا، مگر ۱۲۸۸ء میں دونوں حصوں پر چغتائی خاندان ہی حکمران بن گیا۔ امیر تیمور اپنے عروج کے زمانہ میں (۱۴۰۶ء-۱۳۳۶ء) مشرقی ترکستان پر بھی حملہ آور ہوا۔ کچھ عرصہ تک یہاں کے چغتائی حکمرانوں اور حملہ آور تیموری افواج کے مابین جنگیں جاری رہیں مگر ۱۳۸۶ء میں فریقین کے مابین صلح ہو گئی۔

۱۳۵۷ء میں چغتائی خاندان مسلمان ہو گیا۔ تمام منگول امراء بھی مسلمان ہو گئے اور پھر بتدریج وہ ترکی تہذیب و تمدن میں مدغم ہو گئے اور ہر لحاظ سے ترک بن گئے۔ حتیٰ کہ ترکی زبان کا نام ہی چغتائی پڑ گیا جو اب بھی مشرقی ترکستان کی زبان ہے۔ چغتائی ہی ترکی زبان کی معیاری تحریری زبان ہے۔ ترکی تہذیب اختیار کرنے کے بعد چغتائی منگول تین [تقریباً چار] صدیوں تک بڑے پرامن طریقے سے مشرقی ترکستان پر حکمرانی کرتے رہے۔

قالموق حکومت ۱۷۶۰ء-۱۷۰۰ء/۱۱۷۴ھ-۱۱۱۲ھ

۱۶۹۹ء میں ایک شیخ طریقت ہدایت اللہ خوجہ[۳] نے طاقت فراہم کر لی اور چغتائی خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ اس افراتفری کے زمانہ میں ایک ترک قبیلہ قالموق نے عروج حاصل کیا اور شمالی ترکستان پر حکمران بن گیا۔ اس طرح خاندان قالموق کی حکومت کا آغاز ہوا۔ قالموقوں نے ''ایلی'' کو اپنا دارالحکومت بنایا اور ہدایت اللہ خوجہ کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ جلد ہی انہوں نے ترکستان غربی ہی نہیں بلکہ منگولیا پر بھی قبضہ کر لیا جو اس وقت چین کے ماتحت تھا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے مزید پیش قدمی کر کے چین کے دارالحکومت پیکن پر بھی حملے شروع کر دیے۔ نتیجتاً چین کے حکمران

شاہان منچوریا اور قالموق خوانین کے درمیان جنگوں کا طویل سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۷۵۳ء میں قالموق میں اختلافات اور خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چین کے مانچو حکمران شاہ شین لونگ نے مشرقی اور مغربی ترکستان کو فتح کرنے کے لیے ۱۷۵۶ء میں اپنی افواج روانہ کیں۔ ترکوں نے برہان الدین خوجہ اور اس کے بھائی خوجہ جہاں کی قیادت میں مانچو افواج کے خلاف زبردست مزاحمتی جنگیں لڑیں۔ مگر آخر کار مانچو حملہ آوروں کی برتر طاقت کے سامنے انہیں پسپائی اختیار کرنا پڑی اور بدخشاں (افغانستان) میں پناہ اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ مانچو جنرل چاؤ ہوئی نے حاکم بدخشاں شاہ امیر کو دھمکی دی کہ وہ مفرورین کو اس کے حوالے کرے ورنہ اس پر بھی حملہ کر دیا جائے گا۔

حاکم بدخشاں نے دونوں بھائیوں کے سر کاٹ کر جنرل چاؤ ہوئی کے پاس بھجوائے۔ پنجرہ میں بندان کٹے ہوئے سروں کو ایک مدت تک سارے ترکستان میں گھمایا گیا۔

برہان الدین خوجہ کے ساتھ اس کی بیوی دلشاد سلطان بھی ہر معرکہ میں شریک ہوتی تھی۔ برہان الدین کے قتل کے بعد دلشاد سلطان نے مزاحمتی تحریک کی قیادت سنبھالی اور عرصہ دراز تک مانچو جنرل کو سکون سے محروم کیے رکھا۔ مانچو افواج نے اس کا گھیرا تنگ کر کے بالآخر اس کو بھی بدخشاں میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ جنرل چاؤ ہوئی کی دھمکی سے مرعوب ہوکر بزدل شاہ امیر حاکم بدخشاں نے دلشاد سلطان کو گرفتار کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ جنرل چاؤ ہوئی نے دلشاد سلطان کو پیکن جا کر شاہنشاہ شین لونگ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ شہنشاہ نے اس سے شادی کرنا چاہی مگر بیگم دلشاد سلطان نے اس شاہی پیش کش کو مسترد کر دیا اور اپنی عصمت وعفت کی سختی سے حفاظت کی۔ حتیٰ کہ ایک روز شہنشاہ کی والدہ نے گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

دلشاد سلطان بہادری اور عصمت وعفت کی اعلیٰ داستان اپنے پیچھے چھوڑ گئی۔ ترکستان اور چین میں اس کی داستان تاہنوز زبان زد خاص و عام ہے۔ شعراء نے اس کی داستانوں کو اپنی

نظموں کا موضوع بنایا ہے۔

مانچو خاندان کی حکومت (۱۸۶۳ء-۱۷۶۰ء)

قبضہ مکمل کرنے کے بعد مانچو حکمرانوں نے ایسے طور طریقے اور تدابیر اختیار کیں جن کا مقصد مانچو اقتدار کو مستحکم کرنا تھا۔ سب سے پہلے ترکستان کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے اس کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

(۱) اورمچی اور بارکول (۲) ایلی اور تار بغتائی

(۳) قمول اور تورفان (۴) قراشہر اور خوتن

ان چاروں حصوں کے ساتھ مختلف انداز سے معاملہ کیا گیا۔

۱-اورمچی اور بارکول

اورمچی مغلوں کے دور میں شہر بالیق کہلاتا تھا۔ یہ بہت اہم تاریخی شہر ہے۔ شمال سے جنوب (منگولیا سے خراسان) اور مشرق سے مغرب (چین سے یورپ) کو جانے والی گزرگاہ اورمچی سے گزرتی ہے۔ یہ بہت اہم جنگی ناکہ ہے۔ چنگیز خان نے بھی ایک مدت تک اپنی مہمات کے لیے اس کو ہی مرکز بنایا تھا۔ اس شہر پر قبضہ کرنے کے لیے چینیوں، منگولوں اور ترکوں کے درمیان سخت جنگیں ہوتی رہی ہیں۔ بارکول منگولیا کے قریب کا علاقہ ہے۔ منگولیا کے دفاع کے لیے یہ حصہ بہت اہم ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر مانچو حکمرانوں نے اس علاقہ کو ترکستان سے جدا کر کے اس کا الحاق مملکت چین سے کرلیا اور اس کا نام انہوں نے شین دی دا ور کھا۔ اس کو ولایت کانسو میں ضم کر دیا گیا۔ سول اور فوجی سارے اہل کار یہاں چین سے درآمد کیے گئے۔ اس علاقے کو ہر طرح سے چینی سلطنت کا حصہ بنانے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کی گئیں۔

۲-ایلی تار اغتائی

یہ دونوں علاقے مغربی ترکستان کے قریب واقع ہیں۔ مغربی ترکوں کے امکانی حملے کے پیش نظر یہاں بہت بڑا چینی لشکر مقیم کر دیا گیا اور سول حکومت بھی فوج کے ۹ جنرلوں کے حوالے کر دی گئی۔ ایلی کی اہمیت اس بنا پر بھی ہے کہ یہ بہت ہی زرخیز علاقہ ہے۔ یہ غلہ جات اور مویشیوں کی پیدائش کا مرکز ہے۔ یہاں کی زمین میں معدنیات کے بھی وافر ذخائر پائے جاتے ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ غیر ترک قبائل اور چینیوں کو یہاں لا کر آباد کر دیا گیا تا کہ اس علاقے کا ترکی تشخص اور ترکی امتیاز ختم ہو کر رہ جائے۔ ان نو آبادکاروں کی تعداد لاکھوں میں تھی۔

۳-قمول اور تورفان

چغتائی حکمران عبداللہ خاں نے اپنے بھائی بابی خاں کو قمول اور اپنے دوسرے بھائی سلطان خاں کو تورفان کا والی مقرر کیا تھا۔ اس وقت سے لے کر چینی غلبہ تک ان دو بھائیوں کی اولاد ان علاقوں پر حکمرانی کرتی رہی۔ چینی غلبہ کے وقت بابی خاں کی نسل سے یوسف خان قمول کا والی تھا اور سلطان خان کی نسل سے ابن خوجہ تورفان کا والی تھا۔ چینیوں نے بھی ان والیوں کو برقرار رکھا۔ ان کو جون وانغ (بادشاہ) کا خطاب دیا۔ اس طرح بعض دوسرے قبائل پر بھی انہی کے افراد جون وانغ مقرر کیے گئے۔

۴-قراشہر اور ختن

یہ ولایت خالص مسلمانوں پر مشتمل تھی اور اسلامی تہذیب کا مرکز تھی۔ اس میں نیکی حصار، یارقند، کاشغر اور ختن جیسے شہر واقع ہیں۔ یہاں چینیوں نے ترک امراء کو حاکم مقرر کیا اور ان کو حاکم بیگ کا لقب دیا۔ اسلامی دور کے تمام محکمے اور شعبہ جات بدستو بحال رکھے گئے حتیٰ کہ قاضی، محتسب اور امیر اوقاف وغیرہ تمام عہدے بھی بدستور موروثی رہنے دیے گئے۔ بیش تر امراء اور حاکم یا تو

چغتائی خاندان کے مقرر کردہ تھے یا خوجہ خاندان کے مقرر کردہ تھے۔ یہ دونوں خاندان ترکستان میں مدتوں حکمرانی کر چکے تھے۔

چینیوں نے ان چاروں علاقوں پر مشتمل ایک ولایت عامہ (جیانغ جون) تشکیل دی جو تمام مشرقی ترکستان پر بالادستی رکھتی تھی۔ اس ولایت کا والی جنرل چاؤ ہوئی کو مقرر کیا گیا۔ اورمچی اور بارکول کو مستثنٰی کر کے وہ سارے ترکستان کا حاکم اعلیٰ تھا۔ جنرل چاؤ ہوئی کو خان قازقستان اور خان خوقند پر بھی بالادستی حاصل تھی۔ ان دونوں خانوں نے مانچو حکمران کے زیر سایہ رہنا قبول کر لیا تھا۔

ترک آبادی اور مانچو حکمران

مانچو افواج اور مقامی آبادی کے درمیان جنگوں میں لاکھوں ترک مسلمان کام آئے۔ ان کی زمینیں ان سے چھین لی گئیں۔ ہزاروں لوگ بے گھر اور جلاوطنی کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور کر دیے گئے۔ قلجہ اور ایلی کے علاقوں میں قتل وغارت گری کا عمل زیادہ ہوا، جہاں شہر اور دیہات، باغات اور کھیت انسانوں سے خالی ہو گئے۔ ان علاقوں کو از سر نو آباد کرنے کے لیے کاشغر اور تورفان کے علاقوں سے ترکوں کو یہاں لا کر آباد کیا گیا۔ ان ترک نو آبادکاروں کو ان کی محنت کا بہت کم معاوضہ ادا کیا جاتا تھا۔ پیداوار کا بیشتر حصہ حکومتی اہل کار سمیٹ کر لے جاتے تھے۔ تنگ آ کر ہزاروں ترک خاندان راہ فرار اختیار کر کے مغربی ترکستان میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ جو یہاں رہ گئے وہ زبردست افلاس اور ادبار کی زد میں تھے۔ جو لوگ امراء اور نوابین میں شمار ہوتے تھے وہ نان شبینہ کے لیے محتاج ہو گئے۔ دوسری زبردست مار ان پر چینی تہذیب و ثقافت کی تھی، جس کو رائج کرنے کے لیے مانچو حکومت سخت سے سخت احکام نافذ کر رہی تھی۔

۱- ترک شہروں کے نام چینی رکھ دیے گئے۔ ایلی کا نام بی-نی-نج، قمول کا نام ھامی اور اورمچی کا نام تی-ھو-وا رکھ دیا گیا۔

۲-عہد اسلامی کی یادگار عمارات کو منہدم کرادیا گیا۔ مساجد، مدارس، کتب خانے، خانقاہیں، حمام، محلات، قافلہ سرائے وغیرہ سب کو مسمار کردیا گیا اوران کے کھنڈرات پر نئے دفاتر چینی فن تعمیر کے مطابق تعمیر کیے گئے۔ یہ سب اس لیے کیا گیا کہ ترک اپنے شاندار ماضی کو بھول جائیں اور ماضی کے کارناموں پر فخر کرنا چھوڑ دیں۔

۳-سرکاری ملازمین کے لیے لازمی قرار دیا گیا کہ وہ چینی لباس پہنیں۔ اسی طرح سرکاری مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ پر بھی لازمی قرار دیا گیا کہ وہ چینی لباس پہنیں۔

۴-عام مسلمانوں کو چینیوں کی طرح لمبے لمبے بال رکھنے کا حکم دیا گیا۔ انہیں کاشغر حکومت کے اعلیٰ حکام کے سامنے سجدہ ریز ہونے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے احساسات کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے محلوں میں شراب خانے، منشیات کے اڈے اور قحبہ خانے کھول دیے گئے تاکہ ترک مسلمانوں کے دین اور اخلاق کو تباہ کیا جائے اور ان کو بدکردار بنادیا جائے۔

۵-ترک خواتین کی آبرو بے دریغ پامال کی جاتی تھی اور ان کا نکاح زبردستی چینیوں کے ساتھ کیا جانے لگا۔ اس سلسلہ میں ایسے واقعات پیش آئے کہ غیرت مند باپ اور بھائی بیٹیوں اور بہنوں کی عزت وآبرو بچاتے ہوئے شہید کردیے گئے۔ مانچو حکمران مقامی مسلمانوں کی خودی کو فنا کرنا چاہتے تھے۔ وہ ان کے اندر بے حسی اور دیوس پن کو پروان چڑھانا چاہتے تھے۔

جو شخص ان مظالم کے خلاف آواز بلند کرتا تھا اس کو انتہائی عبرت ناک انجام سے دوچار کردیا جاتا تھا۔ ''آق صو'' شہر کے دو معزز افراد نے حاکم شہر کے سامنے ان مظالم کے رفع کرنے کی درخواست کی۔ حاکم نے ان دونوں کو مع دیگر ۷ شہریوں کے پھانسی پر چڑھادیا۔ غرض یہ کہ مانچو خاندان کا ۱۰۳ سالہ دور حکومت ترکوں کے خلاف ایک زبردست مہم سے عبارت تھا۔ ان پر ہر قسم کے مظالم روا رکھے جاتے تھے۔ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور ترکستان کو چینی شناخت دینے کے لیے ہر طرح کی ظالمانہ تدابیر اختیار کی جاتی تھیں۔ لیکن ان مظالم کے باوجود سخت جان ترک قوم کو

نہ تو فنا کیا جا سکا اور نہ ہی ان کی جداگانہ تہذیبی شناخت کو ختم کیا جا سکا۔

آزادی وطن کی جنگیں

ترک عوام مشرقی ترکستان میں ایک ہزار سال سے آزادانہ زندگی بسر کر رہی تھیں۔ دین اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہو جانے کے بعد انہوں نے عظیم الشان سلطنت قائم کر لی تھی جو تہذیب وتمدن اور ادب وثقافت میں نمایاں مقام کی حامل تھی۔ اس لیے ترک قوم غلامی کی ذلت اور محکومیت کی رسوائی برداشت کرنے کے مقابلے میں موت کو ترجیح دیتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مانچو خاندان کے دور اقتدار میں جب بھی انہیں موقع ملا انہوں نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے اور غلامی کا جوا اتار پھینکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

خوجہ خاندان ترکستان کا قدیم حکمران خاندان تھا۔ مانچو اقتدار کے خلاف علم جہاد بلند کرنے میں اس خاندان کے سپوتوں نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ جہانگیر خوجہ، یوسف خان خوجہ، محمد امین خان خوجہ، ولی خان خوجہ، عبداللہ خوجہ، رشید الدین خان خوجہ، محمد عبداللہ، صدیق بک، محمد علی، ابوالعلا خان، سلطان، داؤد خلیفہ، حبیب اللہ اعلم اور امام محمد وغیرہ کا تعلق اسی خاندان سے تھا جنہوں نے مانچو حکمرانوں کے خلاف جہاد کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ اگرچہ ان لوگوں کی جہادی تحریکیں ناکامی سے دوچار ہوئیں، تاہم انہوں نے آزادی کا ولولہ برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بعض اہم مجاہدین اور ان کی جہادی تحریکوں کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱- جہاد حمید اللہ بک ۱۷۶۳ء

مانچو غلبہ کے فوراً بعد عوامی جوش اور ہیجان کی ایک تحریک پیدا ہوئی جس کا آغاز ''اوچ تورفان'' سے ہوا۔ اس تحریک کی خبریں ترکستان کے دوسرے شہروں میں بھی پھیل گئیں۔ اس تحریک جہاد کا سربراہ حمید اللہ بک تھا۔ اس کے پیش نظر ترکستان کو مانچو تسلط سے آزاد کرانا تھا۔ اس

نے خوانین خوقند، بخارا، خیوا اور دیگر امرائے مغربی ترکستان کو امداد کے لیے لکھا۔ مزید برآں اس نے احمد شاہ ابدالی شاہ افغانستان سے بھی امداد طلب کی۔ احمد شاہ اپنا لشکر لے کر روانہ ہوا اور بخارا تک جا پہنچا۔ اس اثنا میں اطلاع ملی کہ مانچو افواج نے حمید اللہ پر زبردست حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ احمد شاہ ابدالی یہاں سے ہی واپس لوٹ گیا۔ اس کے بعد مانچو حکمرانوں نے ترکوں کا قتل عام شروع کر دیا اور زبردست تباہی مچائی۔ ہزاروں مقامی ترک خاندان بھاگ کر مغربی ترکستان میں ہجرت کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔

۲- جہاد جہانگیر خاں ۱۸۲۶ء-۱۸۱۹ء

جہانگیر خاں کاشغر کے آخری سلطان برہان الدین خوجہ کی نسل سے تھا۔ اس نے مانچو تسلط کے خلاف اعلان جہاد کیا، اور قابض حکمرانوں کے خلاف تین زبردست معرکے لڑے۔ جانگیر خوجہ نے ترکستان کے بڑے بڑے شہروں کو مانچو حکمرانوں سے آزاد کرا لیا تھا۔ مثلاً کاشغر، یارقند، خوتن، اقصو وغیرہ۔ آخر کار مانچو افواج زبردست تیاری کے بعد جہانگیر خوجہ پر حملہ آور ہوئیں۔ جہانگیر کا لشکر محاصرہ میں آ گیا۔ خود جہانگیر مانچو افواج کا اسیر بن گیا۔ جہانگیر کو آہنی پنجرہ میں بند کر کے پیکن بھجوایا گیا جہاں اس کا پنجرہ متعدد روز تک ایک چوراہے پر لٹکائے رکھا گیا تاکہ ہر آنے جانے والا اس پر تھوکے اور اس کی توہین کرے۔ انجام کار اسے اذیتیں دے کر شہید کر دیا گیا۔ اس کی قبر آج بھی پیکن میں موجود ہے۔ ہم نے بھی اپنے قیام کے زمانہ میں اس کی زیارت کی تھی۔

جہانگیر خان کا قصہ تمام کرنے کے بعد مانچو حکمرانوں نے ترکوں پر مظالم کا سلسلہ مزید وسیع کر دیا۔ ہر جگہ قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا گیا۔ نتیجتاً تقریباً ۹۰ ہزار افراد نے بھاگ کر مغربی ترکستان میں پناہ پکڑی۔

۳- جہاد یوسف خان خوجہ

چار سال بعد کاشغر میں یوسف خان خوجہ نے علم جہاد بلند کیا۔ اس کے پاس اس قدر زیادہ جمعیت تھی کہ نو ماہ تک مانچو افواج کا محاصرہ جاری رکھا۔ مگر مرکز سے مانچو افواج کے لیے کمک کی آمد کے بعد خوجہ کو شکست سے دوچار کر دیا گیا۔ اس تصادم کے نتیجہ میں ۷۰ ہزار ترکوں کو راہ فرار اختیار کر کے مغربی ترکستان میں پناہ لینا پڑی۔

۴- جہاد محمد امین خوجہ ۱۸۴۳ء

یہ جہاد بھی کاشغر میں شروع ہوا۔ آغاز میں محمد امین نے کاشغر اور طراف کا علاقہ مانچو فوج سے آزاد کرا لیا۔ نو آزاد علاقوں پر قبضہ مستحکم کرنے کے بعد محمد امین نے خانِ کاشغر کا لقب اختیار کر لیا۔ وہ ینکی حصار میں محصور مانچو فوجوں پر مسلسل حملے کرتا رہا۔ حتیٰ کہ چین سے مانچو افواج کے لیے کمک پہنچ گئی۔ محمد امین نے راہ فرار اختیار کی۔ محمد امین کے ساتھ ترکستان کے ۶۰ ہزار افراد نے بھی بھاگ کر مغربی ترکستان میں پناہ لی۔

۵- جہاد ولی خان ۱۸۵۵ء

کاشغر سے ہی ایک اور مجاہد مانچو حکمرانوں کے خلاف علم جہاد لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا نام ولی خان تورہ تھا۔ اس نے مقامی چینی افواج کو شکست دے کر کاشغر اور اس کے اطراف کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اس کی حکومت صرف ۱۵۰ دن تک قائم رہ سکی کیوں کہ جلد ہی مانچو افواج کے لیے چین سے تازہ دم کمک پہنچ گئی۔ ولی خان مانچو افواج کی زبردست طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور بھاگ کر جان بچائی۔ اس کے ساتھ ۱۵ ہزار ترک مسلمانوں نے بھی راہ فرار اختیار کی۔

۶-عمومی جہاد اور آزادی ۱۸۶۳ء

گزشتہ سو سال سے مانچو تسلط کے خلاف سارے ترکستان میں مزاحمت اور جہاد کی تحریکیں اٹھ رہی تھیں۔ خصوصیت کے ساتھ کاشغر (دارالسلطنت) میں یکے بعد دیگرے کئی تحریکیں اٹھیں۔ لیکن ۱۸۶۳ء میں اٹھنے والی جہاد کی تحریک سابق تحریکوں سے مختلف تھی۔ سابق تحریکیں ایک فرد کے گرد گھومتی تھیں اور کسی ایک شہر میں اٹھتی تھیں۔ اس مرتبہ ترکستان کے مختلف شہروں میں بیک وقت بہت سارے افراد نے علم جہاد بلند کیا۔ یہ تحریک ایک منظم منصوبہ کے تحت ظاہر ہوئی تھی۔

رشید الدین خان نے شہر کرچار میں	اپریل ۱۸۶۲ء کو علم جہاد بلند کیا۔
صدیق بیگ نے کاشغر میں	اگست ۱۸۶۳ء میں جہاد شروع کرنے کا اعلان کیا۔
عبداللہ خان نے شہر قارغی لیق میں	علم جہاد بلند کیا۔
مفتی حاجی حبیب اللہ نے شہر خوتن میں	جہاد کا اعلان کیا۔
محمد علی نے یارقند میں	جہاد کا اعلان کیا۔
عبدالعلا خدا گل اوغلی نے ایلی میں	جہاد کا اعلان کیا۔
داؤد خلیفہ نے اورمچی میں	جہاد کا اعلان کیا۔
امام محمد نے جو جاک میں	جہاد کا اعلان کیا۔

جہاد کی اس منظم تحریک کے دوران مانچو افواج کی مختلف چھاؤنیوں پر حملے کیے گئے اور ان کو شکست فاش سے دوچار کیا گیا۔ ان جہادی کوششوں کے نتیجہ میں سارے ترکستان کو آزاد کرا لیا گیا اور کامل ایک صدی کی مانچو غلامی کے بعد ترکوں نے آزادی کا سانس لیا۔

(جاری ہے)۔